”جماعت“ کا اسلامی تصور... اور ”ہیومنسٹ“ جاہلیت

ذٰلِكَ خَيْرٌ ”یہ بہت بہتر ہے“[2]

تفسیرِ قرطبی:

یعنی یہ (عند النزاع معاملے کو کتاب و سنت کی جانب لوٹانا) بہت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تمہارے مابین نزاع رہے۔

کیونکہ انسانوں کے مابین ”نزاع“ رہے گا تو وہ ”جماعت“ (اجتماع) مفقود رہے گا جو شرائع کا مقصود ہے؛ نتیجتاً وہ ”جاہلیت“ کلی یا جزوی طور پر برقرار رہے گی جو ”شریعت“ اور ”ہدایت“ کی ضد ہے اور جس کو قرآن کے اکثر مقامات پر ”اختلاف“ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔[3] پس یہ ”اختلاف“ ”جاہلیت“ ہے اور ”جاہلیت“ ”اختلاف“:

انسانی فلسفوں کو آپ ہزار سال پڑھتے رہیں، اگرچہ کہیں کہیں اس میں آسمان سے تارے کیوں نہ توڑ لائے گئے ہوں، کیونکہ انسانی دماغ ایک ایسی زرخیز زمین ہے جس میں ایک باقاعدہ آسمانی کاشت ”cultivation“ نہ بھی کی جائے تو اس کے جھاڑ جھنکاڑ میں بڑی بڑی کام کی چیزیں پھر بھی پائی جاسکتی ہیں مگر رہے گا وہ ”جھاڑ جھنکاڑ“ ہی؛ جس کو انبیاء کے دیے ہوئے نقشے پر ایک باقاعدہ ”کاشت“ cultivation سے پہلے لازماً تلف ہی کرایا جائے گا... غرض انسانی فلسفوں کو آپ ہزار سال پڑھتے رہیں اور پھر آپ کو ان سب پر ایک لفظ میں اپنا تبصرہ کرنا پڑے تو آپ کہیں گے ”اختلاف“۔ انسانی فکر و فلسفہ پر اس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہ جچے گا۔ پس

---

1 ابن تیمیہ کے متن میں دیکھئے فصل اول، حاشیہ 9

2 سلسلۂ کلام (قرآن میں) اس طرح ہے: فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ ”پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو لوٹاؤ اُسے اللہ اور رسولؐ کی طرف اگر تم ہو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے۔ **یہ بہت بہتر ہے**“

3 اس پر تعلیق 11 میں کچھ گفتگو آرہی ہے

جاہلیت کی سب سے بڑی توصیف description اگر کوئی ہے تو وہ "اختلاف" ہے۔ یہاں تک کہ خود قرآن مجید کو جانچنے کی جہاں ایک کسوٹی دی گئی کہ آیا یہ واقعی خدا کا کلام ہے یا کوئی 'انسانی فکری سفر' تو وہاں عین اِسی چیز کو بنیاد بنایا گیا: أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (النساء:82) "کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے"۔

پس "جاہلیت" اور "اختلاف" لازم و ملزوم ہیں بلکہ بڑی حد تک مترادف۔ اس کے مقابلے پر "اھتداء" (ہدایت پانا) اور "اتباع" جو کہ انبیاء کا دامن تھامنے سے تشکیل پاتا ہے، اور جس کو قرآن میں "خدا کی رسی تھامنے" سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، لازماً "جماعت" (اجتماع) کو وجود دیتا ہے؛ وہ "جماعت" جس پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے (يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ) اور جو خدا کی رحمت کی حقدار ٹھہرتی ہے (وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ)۔

یہاں سے "اتباع" اور "جماعت" لازم و ملزوم ہو جاتے ہیں۔ "اسلام" بغیر "جماعت" متصور ہی نہیں۔ "توحید" اور "عبادت" بغیر "جماعت" ممکن نہیں: (وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ... وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ... ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا... وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعاً كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ... وَقَالَ إِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ... كُونُوا مَعَ الصَّادِقِيْنَ... وَأَدْخِلْنِي فِي الصَّالِحِيْنَ... وَمَن يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ)۔

چنانچہ جہاں "حَبْلُ الله" کا ذکر ہوا وہاں "جَمِيعاً" اور "وَلَا تَفَرَّقُوا" کا ذکر بھی ساتھ ہی لازم ٹھہرا؛ اور قرآن کے اسی مقام (سورۃ آل عمران کا رکوع 11) سے فرقہ ناجیہ (نجات پانے والے گروہ) کی وہ پوری توصیف بھی سامنے آئی: "اھل السنة والجماعة"۔[1] "السنة": یعنی آسمانی ہدایت کی اتباع۔ اور "الجماعة": یعنی اِس آسمان سے اتری ہوئی ہدایت اور اُس کے اتباع پر اہل زمین کی وحدت اور اکٹھ۔ نہ صرف فرقۂ ناجیہ کا وصف سامنے آیا بلکہ برباد ہونے والے ٹولوں کا وصف بھی سورۃ آل عمران کے اسی مقام سے سامنے آیا: اھلُ الاھواء والفُرقة۔ یا اھلُ البدعةِ والفُرقة۔ یعنی اھواء یا بدعت بمقابلہ **حبل الله**، اور فُرقة

بمقابلہ **الجماعة**؛ آپ دیکھتے ہیں اہل بدعت کے یہی دو نام کتب عقیدہ میں سب سے زیادہ مستعمل ہیں: اهل الاهواء اور اهل الفُرقة۔

پس "جماعت" society جو "ہدایت" سے تشکیل پائے شریعتوں اور نبوتوں کا اصل محور ہے۔ اگر آپ غور فرمائیں تو قرآن کا پورا خطاب کسی "فرد" سے نہیں ہے۔ قرآن کا خطاب اول تا آخر ایک "جماعت" کی تشکیل کرتا اور "جماعت" سے ہم کلام ہوتا ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا"۔ یہاں وہ "فرد" تو کہیں ملتا ہی نہیں جو ایک آسمانی اجتماعیت کے علاوہ کسی بھی اجتماعیت میں گم ہو سکتا ہو۔ یہاں تو وہ "فرد" ہے جو ایک آسمانی "جماعت" کی تشکیل کرتا اور قدم قدم پر زمینی 'جماعتوں' سے الجھتا ہے۔ {'زمینی جماعتوں' کے لیے صحیح لفظ، قرآنی اصطلاح میں، 'فرقے' یعنی 'ٹولے' ہے چاہے وہ کتنے ہی بڑے اور 'لاکھوں مربع میل' پر مشتمل کیوں نہ ہوں: وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعاً كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ "اور مشرکوں سے نہ ہو، ان میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہو گئے گروہ گروہ، ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اسی پر خوش ہے"... جبکہ آسمانی ہدایت پر قائم عمل کو "جماعت" کہا جاتا ہے اگرچہ وہ بلحاظِ تعداد و حجم کتنی ہی چھوٹی ہو (عبداللہ بن مسعودؓ کا مشہور) اثر: الجماعةُ ما وافقَ الحقَّ ولو كنتَ وحدَكَ "جماعت وہ جو حق کی موافقت میں ہو چاہے تم اکیلے کیوں نہ رہ جاؤ"}۔ پس "جماعت" قرآن کے مرکزی ترین مضامین میں سے ایک مضمون ہے؛ البتہ اس کی بنیاد "توحید"، "عبادتِ خداوندی" اور "نبی" کی مرکزیت ہے۔ لہٰذا "فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ" بیک وقت "ہدایت" بھی ہے اور "جماعت" بھی۔

انسانی "تہذیب" human culturing اور "اجتماع" society کا اسلامی تصور اصل میں یہ ہے۔ "جماعت" کا تذکرہ شرعی مصادر میں ہمیں جابجا ملتا ہے۔ اس پر پیچھے کچھ کلام ہو آیا ہے (دیکھئے اس فصل میں ہماری دوسری تعلیق "لا اسلام اِلا بجماعة") اور کچھ شرعی نصوص اِس پر دوسری فصل کی ایک تعلیق میں لے کر آئیں گے۔ اسلام کی یہ اصطلاح "جماعت" بڑی حد تک وہ چیز ہے جس کو جدید زبان میں عمرانی و نظریاتی پہلو سے "سوسائٹی" اور تنظیمی پہلو سے 'سٹیٹ' کہا جا رہا ہے۔ "جماعت" کے لیے ضروری ہے - خواہ یہ "سوسائٹی"

کے معنیٰ میں ہو یا "سٹیٹ" کے معنیٰ میں۔ کہ یہ "خدا اور رسول" کی مرکزیت پر قائم ہو اور اپنے "دستور" اور اپنی "بنیادی پہچان" کے لیے صرف اِس ایک حوالہ کے سوا ہر حوالے سے بیگانہ ہو جائے؛ تاکہ یہ جہان میں اپنی تخلیق کا مقصد پورا کرے؛ اور اس کے نتیجے میں دنیا کی خیر و فلاح اور آخرت کی نجات و سرخروئی سے ہمکنار ہو۔

یہاں سے؛ "ہیومن ازم" تاریخ انسانی کی سب سے بڑی جاہلیت کے طور پر سامنے آتا ہے جو "انسان" کی مرکزیت پر یقین رکھواتا ہے۔ اس کا منشور manifesto ہی "رُدُّوهُ إِلَى اللهِ والرَّسُول" کے مقابلے پر "رُدُّوهُ إِلَى الإِنْسَان" ہے۔ آج کی ڈیموکریسی، سیکولرزم اور سرمایہ داری وغیرہ دراصل اِس شرک پر قائم ہیں۔ "معبود" کا ایک باقاعدہ مفہوم یہ ہے کہ جملہ نزاعات و معاملات کو اس کی جانب لوٹایا جائے؛ اور اِس "معاملات کو اُس کی جانب لوٹانے" کو ہی اپنے حق میں فساد کا خاتمہ، نزاع کا ازالہ، صلاح کا حصول اور اطمینان کا باعث مانا جائے۔ آپ حیران رہ جاتے ہیں؛ "ہیومن اسٹ" فکر آپ کو ہو بہو یہ بات اس طرح بتاتا ہے کہ زندگی کے معاملات کے ایک بڑے حصے کو "انسان" کی جانب لوٹانے میں ہی "انسانی اختلافات" کا خاتمہ ہے اور یہی واجب اور درست طریق کار؛ اور 'اطمینان' کا موجب؛ اور یہ کہ معاملاتِ زندگی کو کسی اَن دیکھی ہستی (یا ہستیوں!) کی جانب لوٹانا "اختلاف" اور "نزاع" کا ایک لامتناہی سلسلہ کھڑا کر دینے کے مترادف ہے! یعنی جس چیز کو اسلام "اختلاف" اور "نزاع" division and dispute کہتا ہے [ب] اس کو یہ دینِ ہیومن ازم "جماعت" unity اور "فصلِ نزاع" settlement of dispute کہتا ہے، مراد ہے اس کا مذہبِ "رُدُّوهُ إِلَى الإِنْسَان"۔ اور جس چیز کو اسلام "فصلِ نزاع" کہتا ہے یعنی "رُدُّوهُ إِلَى اللهِ والرَّسُول"، اُس کو یہ دینِ ہیومن ازم "عین نزاع" بلکہ "نزاع کی جڑ" قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ ہیومن ازم کے بطن سے برآمد ہونے والی اِن مصنوعات کو جو آپ کے ہاں تعلیم سے لے کر **سیاست**، **معیشت** اور "**تعلقاتِ افراد و اقوام**" تک ہر طرف چھائی ہوئی ہیں، 'اسلام سے ہم آہنگ' کرنے کی تحریک جو اس وقت عالم اسلام میں زور و شور سے جاری ہے یہاں پر کیا کیا گل کھلانے والی ہے۔ ایک کھلا الحاد ہے جو سب بند توڑ کر آپ کے ہاں گھس آیا چاہتا ہے۔ اس سے کھلی بیزاری اور اس کی ایک ایک چیز کو رد کرنے کی

ایک غیر مبہم روش اختیار کرنے میں آپ جتنی تاخیر کریں گے، اور اس کے ساتھ 'ہم آہنگی' کی جس قدر گنجائش چھوڑیں گے، اتنا ہی اپنی نسلوں کو کھونے کا اندیشہ بڑھاتے چلے جائیں گے۔ ج

چنانچہ "فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ" اِن چار لفظوں پر مبنی بنیادی اسلامی دستور کو بیان کر دینے کے بعد ایک بات یہ فرمائی کہ: "إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ" تاکہ اس آئین کی دنیوی و اخروی جہتیں واضح ہو جائیں اور اس کا دائرہ زمین کے اِس چھوٹے سے کرے سے نکل کر آفاق سے جڑ جائے اور "کائنات" میں رہنے کا استحقاق اِس کائنات کے مالک کی شرطوں پر پورا ہو، بلکہ اپنے وجود ہی کی غایت پوری ہو؛ یعنی ایمان۔ اور دوسری بات یہ فرمائی کہ: "ذٰلِكَ خَيْرٌ"۔ یعنی خود تمہارے حق میں بھی یہی بہتر ہے۔ تمہاری تقویم اور سرشت کے لائق بھی صرف یہی شیوہ ہے۔ تمہاری اپنی فلاح اور سعادت بھی یہی ہے۔ دفعِ فساد، رفعِ نزاع اور حصولِ صلاح بھی عین اسی میں ہے۔

أ دیکھئے تعلیق 11 کا حاشیہ أ

ب دیکھئے اِس فصل کی تعلیق 11

ج ہیومن ازم کی بابت مزید جاننے کے لیے دیکھئے ہمارا پمفلٹ "فتنہ ہیومن ازم"۔